ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

تفسیر ایوبی

جلد دوم

امام المتکلمین والمحققین
حضرت العلامہ الحافظ محمد ایوب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ رازی
۱۱۶۰ پیر الٰہی بخش کالونی کراچی

جو قطعاً حکیم ہے۔ اور اگر کہو کہ اس میں کوئی پوشیدہ مصلحت ہے۔ تو قطعی کافروں کو عذاب دینے میں بھی کوئی پوشیدہ مصلحت ہے! اگر کہو کہ کافروں کے لئے دائمی عذاب عقل میں نہیں آتا۔ تو قطعی بے گناہوں کو یعنی انبیاء اور اطفال کو اس جہاں میں دکھ دینا عقل میں نہیں آتا۔ ان لوگوں سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کافروں کے لئے عذاب کی خبر دی ہے اب اگر عذاب نہیں دیگا تو کذب لازم آئے گا۔ تو اس وقت یہ کہتے ہیں کہ عذاب کی خبر جھوٹی ہو جائے تو کچھ ہرج نہیں۔

یعنی اگر یہ کہا جائے کہ تو نافرمانی کریگا۔ تو تجھے سزا دوں گا! اور پھر نافرمان کو سزا نہ دے تو یہ نافرمان پر احسان ہے۔ لہٰذا عذاب کی خبر کے خلاف ہونا اچھا ہے کیونکہ جو جھوٹ موجب ضرر نہیں ہے۔ وہ اچھا ہے اور یہ لوگ اتنا نہ سمجھے کہ اگر سارا عالم ضرر سے بچ جائے اور سارا عالم تباہ ہو جائے یہ ممکن ہے! اور واجب الوجود ناقص ہو جائے۔ یہ ناممکن ہے۔ لہٰذا کذب بے ضرر کی نسبت اللہ پاک کی طرف کرنی کذب باضرر ہے۔

دوسری دلیل یہ بیان کی ہے کہ کافر چونکہ ایمان نہیں لائے گا! اس لئے اس کو تکلیف دینی ایسی چیز ہے کہ جب یہ تکلیف متحقق ہو تو نافرمانی کرے اور مستحق عذاب ہو جائے۔ تو جس تکلیف کے نتیجہ میں عذاب ہو وہ تکلیف قبیح ہے۔ اور قبیح حکیم کا فعل ہو نہیں سکتا۔ لہٰذا یا تکلیف ہی نہیں ہے یا مستلزم عذاب نہیں ہے۔ اس دلیل کا حاصل یہ ہے کہ عذاب نافرمانی کا نتیجہ ہے! اور نافرمانی تکلیف کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا عذاب تکلیف کا نتیجہ ہے! اور عذاب قبیح ہے اور قبیح جس کا نتیجہ وہ بھی قبیح ہے۔ لہٰذا تکلیف قبیح ہے! اور قبیح کا اللہ تعالےٰ فاعل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا عذاب کا اللہ فاعل نہیں ہو سکتا۔ تو کافروں کو عذاب نہیں ہوگا اس کا جواب بھی وہی ہے کہ ہم نہیں تسلیم کرتے

کہ قبیح کا فاعل اللہ تعالےٰ نہیں ہے۔

تیسری دلیل یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے خلق کو نفع پہنچانے کے لئے پیدا کیا ہے۔ یا نقصان اور ضرر پہنچانے کے لئے پیدا کیا ہے۔ یا اس لئے پیدا کیا ہے۔ کہ نہ نفع پہنچائے نہ نقصان تو اگر نفع کے لئے پیدا کیا ہے تو ایسی تکلیف نہیں دینی چاہیئے کہ جس کی نافرمانی موجب عذاب ہو اگر نقصان کے لئے پیدا کیا ہے تو یہ اس کی رحیمی کے منافی ہے! اگر دونوں کے لئے نہیں پیدا کیا۔ تو یہ اس کی حکمت کے منافی ہے۔ یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے! اس لئے کہ یہاں چوتھی شق باقی ہے یعنی نفع اور نقصان دونوں کے لئے پیدا کیا ہے! اور نقصان پہنچانا اس کی رحیمی کے منافی نہیں ہے اللہ پیدا بھی کرتا ہے۔ مارتا بھی ہے۔ اللہ تعالےٰ تندرستی بھی پیدا کرتا ہے۔ بیماری بھی کل اشیا اللہ تعالےٰ ہی پیدا کرتا ہے۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ بندہ مجبور ہے۔ جیسا کہ اوپر گذرا! اور مجبور کی تکلیف قبیح ہے۔ اور قبیح کا خدا تعالےٰ فاعل نہیں ہو سکتا۔ یہ دلیل بھی غلط ہے! اور وہی جواب ہے کہ ہر حسن اور ہر قبیح کا خالق خدا تعالےٰ ہے۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہم کو جو تکلیف دی ہے۔ وہ ہمارے ہی نفع کیلئے دی ہے۔ اگر ہم اپنا نفع چھوڑ دیں تو اس بات پر ہم کو عذاب کرے کہ تم نے اپنا نفع چھوڑ دیا۔ اور یہ بات غیر معقول ہے۔ یہ دلیل بھی غلط ہے۔ تکلیف اطاعت کے لئے دی ہے! اور اطاعت کا صلہ نفع ہے! اور نافرمانی کا بدلہ عذاب ہے۔

چھٹی دلیل یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا یعنی بدی کا بدلہ بدی ہے۔ مگر یہ بدی اس بدی کے برابر ہو زیادہ نہ ہو۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے زیادتی سے منع کیا ہے ہم نے مانا کہ بندہ نے ساری عمر نافرمانی کی مگر ساری عمر کی نافرمانی کی سزا ابدی دینی ظلم اور

Marfat.com

زیادتی ہے! اور اللہ تعالےٰ ظالم ہے نہیں۔ لہٰذا ابدی عذاب محال ہے۔ یہ دلیل بھی غلط ہے اس لئے کہ ہر شخص کو اللہ تعالےٰ موت دیتا ہے۔ اور یہ ظلم نہیں ہے۔ ہاں اگر انسان کسی کو مار ڈالے تو یہ ظلم ہے۔ مطلب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو احکام بندوں کے لئے رائج کئے ہیں۔ ان کا وہ خود پابند نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ نماز پڑھو روزہ رکھو۔ پاکیزہ چیزیں کھاؤ کسی پر زیادتی نہ کرو۔ تو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ بھی ان تمام احکام کا پابند ہو ایسا سمجھنا سخت نادانی ہے۔

ساتویں دلیل یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالےٰ جس طرح یہاں رحیم ہے! اسی طرح وہاں رحیم ہے! اور جس طرح یہاں توبہ کرنے سے معاف کر دیتا ہے! اسی طرح وہاں کیا معاف نہیں کر سکتا اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے کہدیا کہ کافر کو وہاں معاف نہیں کروں گا۔ منکرین عذاب کفار کے بس یہی دلائل ہیں! ان سب کا خلاصہ ایک حرف ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی رحمت کے عذاب منافی ہے! اس لئے عذاب رحیم سے متصور نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دکھ اور سکھ اس جہاں میں متحقق ہے! اور جس طرح دکھ اس جہاں میں اسکی رحیمی کے منافی نہیں ہے! اسی طرح اس جہاں میں عذاب کفار اس کی رحیمی کے منافی نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر وقت رحیم ہے۔ عالم کو پیدا کرنے سے قبل اور بعد ہر وقت رحیم ہے یعنی اللہ تعالےٰ رحیم مطلق ہے۔ رحیم مفید نہیں ہے۔ کہ سکھ دے تو رحیم ہے! اور سکھ نہ دے تو رحیم نہ رہے۔ بلکہ مطلق رحیم ہے۔ ہر حال میں رحیم ہے! اس کے رحیم ہونے کا پتہ اس کے قول سے چلا۔ یعنی وہ رحیم اس بنیاد پر ہے کہ اس نے اپنا نام رحیم رکھا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ کفار کو عذاب نہیں ہوگا۔ یہ صریح تکذیب نبی کی ہے معاذاللہ جو لوگ ان میں سے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں! انہوں نے آیات عذاب کے متعلق رکیک باتیں بیان کی ہیں! انہوں نے کہا ہے کہ نقلی دلیل ظنی ہے یعنی قرآن کی آیات کی دلالت عذاب

Marfat.com

پر ظنی ہے۔ کیونکہ لفظی دلیل نقل لغت اور نقل صرف ونحو پر موقوف ہے اور یہ تمام چیزیں ظنی ہیں۔ اور ظنی پر جو موقوف ہو وہ ظنی ہے۔ لہٰذا لفظی دلیل ظنی ہے۔ لہٰذا عذاب چونکہ ظنی دلیل سے ثابت ہے! ور ترک عذاب یعنی عفو عقلی دلیل سے ثابت ہے۔ اور عقلی دلیل یقینی ہے اس لئے یقینی عقلی دلیل کو لفظی قرآنی ظنی دلیل پر ترجیح ہے! اس لئے عذاب کا ہم نے انکار کیا۔ جاننا چاہیئے کہ یہ بیان انتہائی لغویت کو پہنچ گیا ہے۔ اس لئے کہ ظنی سے کیا مراد ہے ظنی الثبوت یا ظنی الدلالت اگر ظنی الثبوت مراد ہے۔ تو یہ غلط ہے۔ قرآن شریف اور آیات عذاب قطعی الثبوت ہیں! اور منقول بالتواتر ہیں! اور اگر ظنی سے ظنی الدلالت مراد ہے تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ یعنی لفظ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں اگر ظنی ہو گا تو کسی کی بھی بات کا مفہوم یقینی نہیں رہے گا۔ اور اگر ظنی سے یہ مراد ہے کہ متکلم کے بعض کلام کا مفہوم یقینی نہیں ہے۔ تو یہ ممکن ہے مگر اس بعض کلام کے مفہوم کا یقینی ہونا اجماع سے ثابت ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سب کے سب تعذیب کفار پر متفق ہیں! اس اجماع کے بعد عقل سے عذاب کا انکار بدعت ہے۔ بلکہ کفر ہے۔ اور یہ جو انہوں نے کہا کہ ظنی پر جو موقوف ہو وہ بھی ظنی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ تمام علم ہندسہ اصول موضوعہ پر موقوف ہے جو ظنی ہیں۔ تو چاہیئے کہ علم ہندسہ ظنی ہو جائے۔ اور حساب ہندسہ پر موقوف ہے تو چاہیئے کہ علم حساب ظنی ہو جائے۔ اصل موضوع جیسے دو لفظوں کے درمیان خط ملا سکتے ہیں خط کو اپنی سیدھ میں جتنی دور چاہیں بڑھا سکتے ہیں۔ کسی نقطہ کو مرکز فرض کر کے جتنی دوری سے چاہیں۔ دائرہ بنا سکتے ہیں۔ یہ سب کے سب ظنی ہیں۔ جو معلم کے حسن ظن سے تسلیم کئے گئے ہیں اس کے علاوہ عقلی دلیل بھی لفظی دلیل ہے۔ ادا کی جاتی ہے! اور لفظی دلیل کے ظنی ہونے کی تقدیر پر عقلی دلیل بھی ظنی ہوئے جاتی ہے! اس کے علاوہ ہم نہیں تسلیم کرتے کہ عقلی دلیل یقینی ہے۔

Marfat.com

لفظی دلیل ثابت کرچکی کہ عیسٰی علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور عقلی دلیل اس کے خلاف ہے۔ لفظی دلیل سے حشر اجساد کا وقوع ثابت ہوگیا۔ عقلی دلیل نے حشر اجساد کے وقوع پر دلالت نہیں کی۔ بالکل اسی طرح لفظی دلیل سے عذاب کفار ثابت ہوچکا لہٰذا لفظی دلیل کو ظنی کہنا خاص کر جبکہ تواتر سے منقول ہو اور اجماع اس کی تائید پر ہو انتہائی ضلالت ہے اور ان لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ عذاب کی خبر صرف دھمکی کے لئے ہے۔ یعنی عذاب کی خبر سن کر لوگ گناہوں سے پرہیز کریں گے میں کہتا ہوں کہ عذاب کی خبر سنکر کہاں پرہیز کیا! اور جب یہ کہا گیا کہ اس وقت کذب باری تعالےٰ لازم آیا اور کذب باری تعالےٰ قبیح ہے اور تم کہتے ہو۔ قبیح حکیم کا فعل نہیں ہے۔ تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ کذب ضار قبیح ہے۔ اور کافر کو عذاب کی خبر دے کہ عذاب نہ کرنا کذب نافع ہے! اس لئے قبیح نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں جب عذاب کی خبر جھوٹی ہے تو یہ دھمکی کہاں ہوسکتی ہے۔ اب جبکہ سب کو معلوم ہوگیا کہ عذاب کی خبر جھوٹی ہے۔ تو سب دل کھول کر گناہ کریں گے! اور دل بالکل بےتامل رہیگا! اس کے علاوہ کذب نافع اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کرنا۔ ہر اس شخص کے نزدیک محال اور باطل ہے جو اللہ تعالےٰ کے وجود کا قائل ہے! انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ کفار کا عذاب پانا۔ بالکل قبیح نہیں ہے! اور اللہ تعالےٰ کا کاذب ہونا قطعی قبیح ہے۔ اور قطعی محال ہے۔ کیونکہ واقعات اس کے اقوال کن کے تابع ہیں۔ ادھر اس نے کہا ادھر وہ ہوگیا۔ لہٰذا کذب کی نسبت خدا کے لئے محال ہے۔ خدا پاک ہے۔ خدا اور خدا کی صفات لابالقدرۃ ہیں۔ اور جو شے لابالقدرۃ ہے وہ بالقدرۃ کیسے ہوسکتی ہے۔ کذب صفت ہونے کی تقدیر پر لابالقدرۃ ہے اور لابالقدرۃ ظاہر ہے کہ بالقدرۃ نہیں ہے۔ تو یہاں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اللہ تعالےٰ کذب پر قادر ہے۔ یا قادر نہیں ہے۔ یہ ایسی چیز

Marfat.com

ہے جیسے کہا جائے کہ اللہ تعالےٰ اپنے اوپر قادر ہے۔ یا نہیں۔ یہاں نفی اثبات میں سے کسی ایک کو اختیار نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ جواب یہ ہے کہ یہ سوال صحیح نہیں ہے۔ یعنی لا بالقدرۃ بالقدرۃ ہے۔ یا نہیں۔ یہ تخلیط ہے۔ سوال صحیح نہیں ہے۔ جیسے تو کہے کہ ۲۰ روپیہ عورت مرد اور بچوں میں جن کی تعداد بھی ۲۰ ہے۔ اس طرح تقسیم کر کہ مردوں کو تین تین ملیں اور عورتوں کو دو دو اور بچوں کو ایک ایک ملے تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ یہ سوال صحیح نہیں ہے۔ یا تو کہے کہ سو اونٹ ۹ کھوٹ پر اس طرح باندھو کہ ہر ایک کھونٹ پر طاق طاق اونٹ ہو تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ یہ سوال صحیح نہیں ہے۔ پہلا سوال تو اس لئے صحیح نہیں ہے کہ ۲۰ افراد پر ۲۰ روپیہ تقسیم کرنے پر صرف ایک ایک ہی روپیہ سب کے حصّے میں آئے گا۔ تو دو تین تین کیسے حصّہ میں آسکتے ہیں۔ اور نو کھوٹ پر سو اونٹ نہیں بندھ سکتے! اس لئے کہ ۹ خود طاق ہے۔ اور نو طاقوں کا مجموعہ یعنی طاق طاقوں کا مجموعہ جفت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ۱۰۰ جفت ہے مطلب یہ ہے کہ رقموں کی تعداد اگر طاق ہے اور ہر رقم بھی طاق ہے تو ان طاق رقموں کا مجموعہ بھی طاق ہی ہوگا کیونکہ ایک طاق ہے! اور اس کے علاوہ ہر جفت اسی ایک طاق سے مل کر طاق ہوتا ہے۔ لہٰذا ۹ جو ۸ جفت اور ایک طاق سے مل کر بنا ہے۔ طاق ہے۔ لہٰذا تعداد رقوم اگر طاق ہونگی۔ اور رقم بھی طاق ہو گی۔ تو مجموعہ بھی طاق ہوگا! اور یہاں طاق طاقوں کا مجموعہ بھی طاق ہوگا۔ اور یہاں طاق طاقوں کا مجموعہ جفت ہے یعنی ۱۰۰ ہے۔ لہٰذا سوال غلط ہے۔ مثال جیسے ۱-۳-۵-۷-۹ یہاں ہر رقم طاق ہے! اور ان رقموں کی تعداد بھی پانچ یعنی طاق ہے۔ تو ان کا مجموعہ ۲۵ بھی طاق ہے۔ جفت نہیں ہے! اس بیان سے واضح ہو گیا کہ اس قسم کے سوالات کہ اللہ تعالےٰ پیدا کرنے کے وقت ناپید کرنے پر قادر ہے۔ یا نہیں۔

باری تعالےٰ اپنی مثل پیدا کرنے پر اجتماع النقیضین پر فعل بلا فاعل پر سلسلہ لاول

Marfat.com

پر قادر ہے۔ یا نہیں۔ اگر کہو قادر ہے۔ تو یہ سب محالات ممکن ہو گئے۔ اور کہو قادر نہیں ہے۔ تو واجب عاجز ہو کر ممکن ہو گیا۔ لہٰذا اس قسم کے سوال ہی درست نہیں ہیں۔ اور بھید اس میں یہ ہے کہ جس شے کے لئے ضد ہے۔ اس شے میں اور اس کی ضد میں تشقیق ہو گی! اور جس شے کیلئے ضد اور نقیض اور مقابل ہے ہی نہیں اس شے کے لئے تشقیق نہیں ہو گی! اور چونکہ ممکن کو وجود اور عدم دونوں کی طرف نسبت ہے! اس لئے ممکن کے لئے نقیض اور اوصاف ممکن کے لئے ضد اور مقابل ہو گا۔ یعنی یوں کہا جائے گا کہ ممکن یا موجود ہے۔ یا معدوم ہے! اور اوصاف ممکن۔ جیسے قدرۃ اس کی ضد عجز ہے۔ تو کہا جائے گا کہ انسان قادر ہے۔ یا عاجز ہے۔ اگر قادر نہیں تو عاجز ہے۔ اور عاجز نہیں تو قادر ہے۔ لیکن واجب الوجود جملت اوصافہا کو صرف وجود کی طرف نسبت ہے یعنی جس شے کا وجود ضروری ہے! اسی شے کو واجب الوجود کہا جاتا ہے! اس کو عدم سے نسبت ہی نہیں تو واجب الوجود تعالےٰ شانہ کے لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ یا موجود ہے۔ یا معدوم یا عالم ہے۔ یا جاہل ہے۔ یا قادر ہے یا عاجز کیونکہ واجب لذاتہ واجب بجمیع صفاتہ ہے! اور اس مقدمہ کو رؤسا فلاسفہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ اثبات قدم میں اسی مقدمہ پر ان کا دار و مدار ہے۔ اور جب واجب کی صفات بھی واجب ہیں تو ان کے لئے اضداد محال ہیں۔ اور جب ضد ہی نہیں نقیض ہی نہیں تو پھر تشقیق کیسی یعنی یہ کہنا کہ وہ یا یہ ہے۔ یا وہ ہے۔ بلکہ وہ تو صرف وہ ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالےٰ یا ایسا ہے یا ویسا ہے۔ بلکہ صرف وہ وہی ہے۔ یہ جاننا چاہیئے کہ وجود و عدم میں تشقیق و اضداد ہیں۔ تشقیق و مقابلات میں تشقیق صرف ممکنات میں ہے! اور دلیل یہ ہے کہ حصر عقلی اور تشقیق اس شے میں ہو گی کہ جس کو دو طرفہ نسبت ہو اور جس میں تعدد اور تزاوج ہو اور یہ دو طرفہ نسبت صرف ممکنات میں ہے۔ لہٰذا صرف ممکنات میں ہو گا! اور واجب تعالےٰ حصر سے باہر ہے وہ حصر کرے گا حصر میں آئے گا نہیں۔ خوب سمجھ لو۔ یہ جدید اور بدیع

تحقیق ہے تمام حکما اور متکلمین اس سے بے خبر رہے۔ والحمدللہ رب العالمین۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی مثل پر قادر ہے یا نہیں۔ تو فلسفی اور متکلم دونوں اس کے جواب دینے سے قاصر رہتے ہیں۔ کیونکہ اگر جواب اثبات میں ہے تو مثل مثل نہیں رہتا یعنی مثل مقدور ہو جاتا ہے! ور مقدور اللہ تعالےٰ جیسا نہیں ہے! اگر جواب نفی میں دیا جاتا ہے۔ تو قطعی عجز لازم آتا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے سوال صحیح ہی نہیں۔ جواب کیا دیا جائے! اس کی ایسی مثال ہے کہ موجود یا موجود ہے یا معدوم ہے۔ انسان یا انسان ہے یا زید۔ جسم یا جسم ہے یا متحرک۔ لہٰذا یہ سب سوال غلط ہیں! اس لئے کہ تشقیق کل کی اجزا کی طرف اور کلی کی جزئیات کی طرف صحیح ہے کل کی کل اور جز کی طرف اور کلی کی کلی اور جزئیات کیطرف صحیح نہیں ہے کیونکہ کل کو جب توڑا جائے گا تو دو ٹکڑے ہوں گے۔ نہ کہ ایک کل اور ایک ٹکڑا اس طرح کل کی تشقیق جب ہوگی۔ تو جزئیات ہونگی۔ نہ کہ ایک کلی اور ایک جزئی مثلاً جسم کی جب تشقیق اور تقسیم ہوگی۔ تو کہیں گے کہ جسم یا جسم متحرک یا جسم ساکن یہ نہیں ہو سکتا کہ جسم کی ایک شق جسم اور دوسری شق متحرک ہو۔ مطلب یہ ہے کہ مقسِم اپنی قسموں میں مشقق ہوگا۔ نہ کہ مقسِم اور قسم میں غور کر۔

اللہ تبارک تعالےٰ نہ کل ہے نہ کلی نہ مقسم ہے! اس لئے اس کی تشقیق ہو ہی نہیں سکتی تشقیق نقص ہے یہ تشقیق ناقص یعنی ممکن میں کل میں کلی میں مقسم میں ہوگی! اور وہ ان تمام کا خالق ہے اس لئے اس کے لئے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ہے یا نہیں۔ بلکہ وہ ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ وہ قادر ہے یا نہیں۔ بلکہ وہ ہر شے پر قادر ہی ہے۔ اور نہیں کہا جا سکتا کہ وہ عالم ہے۔ یا نہیں۔ بلکہ وہ عالم ہی ہے۔ جس طرح یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کب ہوا اور یہ سوال درست نہیں ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ اللہ تعالےٰ قادر ہے یا عاجز یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ بعض قدمانے کہا ہے کہ اللہ تعالےٰ ازل میں عالم کو پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اور عالم کی ازلیت محال ہے۔ تو اللہ تعالیٰ

محال پر قادر ہوگیا۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ عالم کا ازل میں پیدا ہونا۔ محال ہے لیکن باوجود عالم کی تخلیق کی ازیت کے محال ہونے کے اللہ تعالےٰ قادر ہے۔ تو کذب باری تعالےٰ محال ہونے کی تقدیر پر مقدور ہے۔ ان لوگوں نے اس بات کو نہیں سوچا کہ ازل میں تخلیق عالم پر قادر ہونے کے معنی تخلیق کے مقدور ہونے کے ہیں۔ یعنی کسی شے پر قادر ہونے کے معنی اس شے کے مقدور ہونے کے ہیں۔ اور جب ازل میں تخلیق مقدور ہے تو پھر ازل میں تخلیق کے محال ہونے کے کیا معنی ہیں۔ یہ نہایت لغوبات ہے۔ تمہارا یہ کہنا کہ اللہ تعالےٰ محال پر قادر ہے تو لابد محال مقدور ہوا اور مقدور ہی کو ممکن کہتے ہیں۔ تو محال ممکن ہوگیا! اور یہ بالکل فاسد ہے۔

اب اگر تو کہے کہ تم کیا کہتے ہو۔ اللہ تعالےٰ ازل میں قادر ہے یا نہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ سوال ہی صحیح نہیں ہے۔ فاسد ہے اس لئے کہ ازل میں قادر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ازیت اور مقدوریت جمع ہے! اور یہ قطعاً فاسد ہے! اس لئے یہ سوال ہی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ پیدا ہونے کی ضد ہے۔ پیدا شدہ غیر ازلی ہے! اور غیر ازلی ازل میں کیسے ہو سکتا ہے! اور یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ ازل میں غیر قادر ہے۔ عاجز ہے۔ اب اگر تو یہ کہے کہ اس وقت ارتفاع النقیضین لازم آتا ہے۔ تو اس کا وہی حل ہے جو اوپر تحقیق ہو چکی کہ اللہ تعالےٰ ضد اور نقیض سے پاک ہے۔ اس لئے وہ ہونے نہ ہونے میں محصور نہیں ہوگا اس کو وجود و عدم دونوں سے نسبت نہیں ہے۔ ممکن کو دونوں سے نسبت ہے ممکن یا یہ یا وہ ہوگا۔ اللہ تعالےٰ یا یہ یا وہ نہیں ہوگا لہٰذا وہ نقیضین اور ضدین سے پاک ہے۔ لہٰذا وہ تقسیم تعلق اور حصر میں نہ بما سکتا قدرۃ ازلی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ قدرۃ لا بالقدرۃ ہے۔ اور تخلیق تعلق قدرۃ کا نام ہے تعلق قدرۃ لا بالقدرۃ ہے تو ازل میں تخلیق پر قادر ہونے کے معنی یہ ہوئے کہ بالقدرۃ بالقدرۃ ہے۔

(ختم شد)

Marfat.com

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(اقبالؒ)

Marfat.com

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

تفسیر اُلوہی

جلد دوم

امام المتکلمین والمحققین
حضرت العلامہ الحافظ محمد ایوب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ رازی
۱۱۶۰ پیر الٰہی بخش کالونی کراچی

Marfat.com